Maarif-e Auliya
Research Journal
Vol-4 Issue-1 (January-March 2026)

ISSN: (2311-6552)

Published:
January 31, 2026

An Analytical Study of Mufti Taqi Usmani’s Methodology of Jamʿ wa Tatbīq in Resolving Apparent Contradictions in Hdiths of Ṣaḥīḥ Bukhārī

صحیح بخاری کی مختلف فیہ احادیث کی جمع و تطبیق میں مفتی تقی عثمانی کے منہج کا تجزیاتی مطالعہ

Abdul Jabbar
M.Phil scholar, Department of Hadith and Hadith Sciences
Allama Iqbal Open University, Islamabad

Dr. Muhammad Shahid
Assistant Professor Department of Hadith and Hadith Sciences
Allama Iqbal Open University, Islamabad
Ymail: shahid_edu98@yahoo.com
ORCID: https://orcid.org/0000-0002-7178-5963

ABSRACT

Hadith is the second most important source of the four sources of Islamic Shariah, which is why Hadith has a very important place. In 3rd century, a number of well-known collections of hadiths, including the Sihah al-Sitta, came into existence. The most prominent of these is Sahih al-Bukhari. Many scholars have written commentaries on Bukhari, including the famous contemporary scholar Mufti Taqi Usmani. He has authored “Inam Al-Bari”, in which, he has mentioned various aspects of the sciences of Hadith and discussed issues related to Hadith. Mufti Taqi Usmani has adopted various methods to eliminate the contradictions in conflicting hadiths, one of which is Jam‘ wa Tatbīq. This article will describe the aspects of Mufti Taqi Usmani's method of Jam‘ wa Tatbīq in resolving apparent contradictions exists in the Hadiths of Sahih Bukhari.

Key Words: Contradictions, Inaam Al-Bari, Jam‘ Wa Tatbīq

شریعت اسلامیہ کے بنیادی مآخذ چار ہیں۔ جن میں سے کتاب اللہ کے بعد حدیث کو ایک نمایاں مقام حاصل ہے۔اس اہمیت کے پیشِ نظر احادیث کی حفاظت اوران کی تشریح کا بہت اہتمام کیا گیا ہے۔رسول اللہ ﷺ کے زمانے ہی میں احادیث کی حفاظت کرنے کا اہتمام موجود تھا۔حفاظتِ حدیث کے لئے احادیث کو یاد کرنے اوران کو لکھنے کا بھی اہتمام ہوتا رہا۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کا صحیفہ اور دیگر صحابہ کے لکھے ہوئے احادیث کے مجموعے اس بات پر شاہد ہیں کہ آپ ﷺ کے مبارک زمانے میں حفظِ احادیث کا اہتمام ہوتا رہا ہے۔آپ ﷺ کے وصال کے بعد بھی صحابہ کرام احادیث ایک

Maarif-e Auliya
Research Journal
Vol-4 Issue-1 (January-March 2026)
ISSN: (2311-6552)
Published:
January 31, 2026

دوسرے سے حاصل کرتے رہے اور تابعین بھی صحابہ کرام سے احادیث کو حاصل کرتے رہے۔ چنانچہ حفاظتِ حدیث کے لئے جرح وتعدیل کا بھی سلسلہ شروع ہوا اور حدیث کی مختلف زاویوں سے خدمت جاری رہی۔ علوم حدیث کے تحت مختلف عنوانات سے باقاعدہ مختلف علوم مرتب ہوئے۔

ان علوم میں سے ایک علم مختلف الحدیث بھی ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ احادیث میں جہاں کہیں دو یا زیادہ احادیث کے درمیان تعارض نظر آتا ہے اس کی وضاحت کی جائے اور تعارض کو ختم کیا جائے۔ تعارض کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ایک حدیث اگر جواز پر دلالت کرتی ہے تو دوسری حدیث عدمِ جواز پر دلالت کرتی ہے۔ آپ ﷺ کی احادیث میں حقیقی تعارض نہیں ہے۔ بلکہ احادیث میں جہاں کہیں تعارض ہو وہ کسی سبب کی وجہ سے ہوگا وہ سبب کوئی بھی ہو سکتا ہے جیسے ناسخ ومنسوخ، روایت بالمعنی صحت وضعف حدیث، طبعی اور شرعی فعل میں فرق، زمان ومکان کی تبدیلی وغیرہ جو ظاہری تعارض کا سبب بن سکتے ہیں۔[1]

محدثین نے ہر دور میں دوسرے علوم کی طرح رفع تعارض احادیث کی بھی خوب خدمت کی ہے۔ اس سلسلۃ الذہب کی ایک اہم کڑی "انعام الباری شرح صحیح بخاری" بھی ہے، جو کہ ایک معاصر محدث مفتی محمد تقی عثمانی کے درسی افادات کا مجموعہ ہے۔ اس میں دوسرے علوم حدیث کے ساتھ ساتھ رفع تعارض کا بھی اہتمام کیا گیا ہے۔

رفع تعارض کا ایک اہم طریقہ تطبیق کا بھی ہے جو مختلف طریقوں سے کی جاتی ہے۔ زیر نظر آرٹیکل میں "انعام الباری" میں مختلف فیہ احادیث کی درمیان جمع وتطبیق کا تحقیقی جائزہ لیا گیا ہے۔

انعام الباری میں متعارض احادیث کے درمیان جمع وتطبیق کیلئے مختلف طریقوں کا انتخاب کیا گیا ہے جو کہ درج ذیل ہیں:

جواز اور استحباب پر محمول کرنا

مفتی محمد تقی عثمانی نے متعارض احادیث کی تطبیق کے سلسلے میں جواز اور استحباب پر محمول کرنے کے اصول کو استعمال کیا ہے۔ جیسا کہ درج ذیل حدیث میں ذکر کیا گیا ہے۔ وضو میں آپ ﷺ کے معمول کا ذکر احادیث میں موجود ہے جس میں آپ ﷺ کے کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کا طریقہ مذکور ہے کہ ایک دفعہ پانی لے کر اس سے کلی اور ناک میں پانی ڈالتے تھے جبکہ بعض احادیث میں اس کے خلاف مروی ہے۔

صحیح بخاری کی روایت یہ ہے:

1. ڈاکٹر، محمد شاہد ،متعارض احادیث میں جمع و تطبیق کے اصول ،دار ابی طیب للبحث و تحقیق ،گجرانوالہ(17)۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّهُ «تَوَضَّأَ فَغَسَلَ وَجْهَهُ، أَخَذَ غَرْفَةً مِنْ مَاءٍ، فَمَضْمَضَ بِهَا وَاسْتَنْشَقَ، ثُمَّ أَخَذَ غَرْفَةً مِنْ مَاءٍ، فَجَعَلَ بِهَا هَكَذَا، ثُمَّ قَالَ: هَكَذَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَضَّأُ[2]

''عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے وضو کے وقت چہرہ دھویا ایک چلو پانی لیا اس سے مضمضہ اور استنشاق کیا۔ پھر ایک چلو پانی لیا اور اسی طرح عمل کیا۔ اسکے بعد فرمایا کہ میں نے اسی طرح رسول اللہ ﷺ کو وضو کرتے دیکھا۔''

اس سے متعارض روایت سنن ابی داؤد میں موجود ہے۔

عن طلحة، عن أبيه، عن جده، قال: «دخلت على النبي صلى الله عليه وسلم وهو يتوضأ والماء يسيل من وجهه ولحيته على صدره، فرأيته يفصل بين المضمضة والاستنشاق

''رسول اللہ ﷺ وضو فرما رہے تھے اور پانی آپ ﷺ کے چہرے اور داڑھی مبارک سے سینہ پر بہہ رہا تھا۔ میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ کلی کرنے اور ناک میں میں پانی چڑھانے کیلئے الگ الگ چلو لیتے تھے۔''

ان دونوں روایات میں تعارض کی نوعیت یہ ہے کہ صحیح بخاری کی حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک ہی چلو سے کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا۔ جبکہ اس کے مقابلے میں سنن ابی داؤد کی روایت سے معلوم ہوتا ہے آپ ﷺ نے الگ الگ چلو سے کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا۔ لہٰذا پہلی حدیث کیساتھ اس کا بظاہر تعارض معلوم ہوتا ہے۔

تعارض کے حل میں مفتی محمد تقی عثمانی نے انعام الباری میں یہ ذکر فرمایا ہے کہ مختلف طریقوں سے روایات ثابت ہیں۔ کسی طریقے کی مشروعیت کا انکار نہیں۔ البتہ احناف کے نزدیک چھ غرفات سے کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا مستحب ہے جبکہ ایک چلو سے بھی جائز ہے۔

اس تعارض کو رفع کرنے کے لئے مفتی تقی عثمانی نے تطبیق ایک چلو کی احادیث کو جواز پر جبکہ چھ چلو والی احادیث کو استحباب پر محمول کیا ہے۔

مصداق متعین کرنا

مفتی محمد تقی عثمانی نے تطبیق کے سلسلے میں مصداق متعین کرنے کے اصول کا استعمال کیا ہے۔ جیسا کہ جمعہ کے دن غسل کرنا واجب ہے یا نہیں ہے۔ اس کے بارے احادیث کے درمیان اختلاف ہے بعض سے وجوب ثابت ہوتا ہے جبکہ بعض

1. بخاری ،محمد بن اسماعیل ،ابو عبداللہ ،الامام ،الجامع الصحیح ، بیروت:دار طوق النجاۃ، الطبعۃ الثانیہ،1999،(1/221)، حدیث نمبر140۔
2. ابو داود،سلیمان بن اشعث سجستانی، ابی داود ، بیروت صیدا ، بیروت، (1/34)، حدیث نمبر135۔
3. عثمانی ،محمد تقی ،انعام الباری ،کراچی ،مکتبۃ الحراء ،(60/02)

Maarif-e Auliya
Research Journal
Vol-4 Issue-1 (January-March 2026)
ISSN: (2311-6552)
Published: January 31, 2026

سے اس کے خلاف معلوم ہوتا ہے۔

صحیح بخاری میں حدیث ہے:

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «غُسْلُ يَوْمِ الجُمُعَةِ وَاجِبٌ عَلَى كُلِّ مُحْتَلِمٍ» 3

"ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ غسلِ جمعہ ہر بالغ پر واجب ہے"

اس سے متعارض روایت یہ ہے:

عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدَبٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ تَوَضَّأَ يَوْمَ الجُمُعَةِ فَبِهَا وَنِعْمَتْ، وَمَنْ اغْتَسَلَ فَالغُسْلُ أَفْضَلُ 4

"سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے جمعہ کے دن وضو کیا تو اچھا ہے اور جس نے غسل کیا وہ افضل ہے۔"

مذکورہ پہلی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جمعہ کا غسل ہر بالغ پر واجب ہے، لیکن دوسری حدیث میں اس کے خلاف منقول ہیں جس میں غسلِ جمعہ کے عدم وجوب کا ذکر ہے، لہٰذا دونوں قسم کی روایتوں میں بظاہر تعارض ہے۔

ان روایات کے درمیان مفتی تقی عثمانی نے تطبیق اس طرح دی ہے کہ یہاں واجب حق کے معنی میں ہے، جیسا کہ صحیح مسلم کی روایات سے معلوم ہوتا ہے یعنی غسل ثابت ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا عمل بھی عدم وجوب پر دلالت کرتا

ہے کیونکہ حضرت عمرؓ نے غسل نہ کرنے پر ٹوکا لیکن دوبارہ جا کر غسل کرنے کا حکم نہیں دیا۔5

اس رفع تعارض کا خلاصہ یہ ہے کہ یہاں مفتی تقی عثمانی نے واجب کے مصداق کو متعین کر کے متعارض احادیث کے درمیان تطبیق دی ہے۔

عذر پر محمول کرنا

مفتی محمد تقی عثمانی نے تطبیق کے سلسلے میں اضطرار پر محمول کرنے کے اصول کو استعمال کیا ہے۔ جیسا کہ ذیل میں بیان کیا گیا ہے۔

أَخْبَرَنَا مَالِكُ بْنُ الحُوَيْرِثِ اللَّيْثِيُّ، أَنَّهُ «رَأَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي، فَإِذَا كَانَ فِي وِتْرٍ مِنْ صَلاَتِهِ لَمْ يَنْهَضْ حَتَّى يَسْتَوِيَ قَاعِدًا» 6

1. بخاری،محمد بن اسماعیل،ابوعبداللہ،الامام (2/3) ، حدیث نمبر 879۔
2. ترمذی،ابوعیسی محمد بن عیسی ،الامام ،السنن،دارالغرب الاسلامی،بیروت،1998ء، (1/626) ، حدیث نمبر 497۔
1. عثمانی ،محمد تقی ،انعام الباری ،(65/02)
2. بخاری،محمد بن اسماعیل،ابوعبداللہ ،الجامع الصحیح(1/64) ، حدیث نمبر723۔

”مالک بن الحویرث اللیثی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو نماز کے دوران دیکھا کہ آپ ﷺ نماز پڑھ رہے تھے اور جب طاق رکعت میں ہوتے تو اس وقت تک کھڑے نہیں ہوتے جب تک برابر نہ بیٹھتے تھے۔“

اس حدیث سے متعارض روایت یہ ہے:

عَنْ عَبْدُ الرَّحْمنِ بْنِ يَزِيدَ قَالَ: "رَمقْتُ ابْنَ مَسْعُودٍ فَرَأَيْتُهُ يَنْهَضُ عَلَى صُدُورِ قَدَمَيْهِ، وَلَا يَجْلِسُ إِذَا صَلَّى فِي أَوَّلِ رَكْعَةٍ حِينَ يَقْضِي السُّجُودَ " ۔

”عبد الرحمٰن بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عبد اللہ بن مسعودؓ کو دیکھا کہ آپؓ قدموں کے سروں پر اٹھتے تھے، اور پہلی رکعت کے سجدے کے بعد نہیں بیٹھتے تھے۔“

دونوں روایتوں میں تعارض کی نوعیت یہ ہے کہ

پہلی روایت سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ حضور ﷺ طاق رکعت میں کھڑے ہونے سے پہلے برابر بیٹھتے تھے جبکہ دوسری روایت میں اس جلسہ کی نفی معلوم ہوتی ہے لٰہذا دونوں قسم کی روایات میں تعارض نظر آتا ہے۔

اس حدیث کے تحت انعام الباری میں جلسہ استراحت کے بارے میں مذاہب ائمہ کو ذکر کیا گیا ہے۔ کہ حدیث باب امام شافعی رحمہ اللہ کی دلیل ہے۔ وہ جلسہ استراحت کو مسنون کہتے ہیں جبکہ حنفیہ مالکیہ اور حنابلہ کے نزدیک عام حالات میں جلسہ استراحت مسنون نہیں ہے، البتہ جائز ہے۔ اس کے بعد جمہور کے دلائل کو ذکر کیا ہے جن میں ترمذی کی حدیث ہے اور بہت سارے آثارِ صحابہ ہیں۔ اس کے بعد مفتی تقی عثمانی نے فرمایا کہ ان سب باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر جلسہ استراحت سنت صلوٰۃ ہوتا تو صحابہ کرامؓ میں متعارف ہوتا، سوائے ایک دو روایات کے کہیں جلسہ استراحت ثابت نہیں۔ لہذا جہاں جلسہ استراحت کا ذکر ہے وہ حالت عذر پر بھی محمول ہو سکتا ہے، کہ جب آپ ﷺ کا جسم مبارک ذرا بھاری ہو گیا تھا اس وقت آپ ﷺ جلسہ استراحت فرمانے لگے تھے۔ ورنہ فی نفسہ مسنون نہیں۔ لیکن بہر حال جس درجہ میں جلسہ استراحت ہے وہ جائز ضرور ہے۔ اس لئے اگر آدمی بیٹھ جائے تو نماز درست ہو جائے گی۔ یہاں مفتی تقی عثمانی نے دونوں احادیث میں تطبیق دیکر تعارض کو رفع کیا ہے۔ کہ جلسہ استراحت والی احادیث کو عذر کی حالت پر محمول کیا ہے جبکہ عدم استراحت والی احادیث کو عام حالات کی سنت قرار دیا ہے۔[7]

تکرار واقعات پر محمول کرنا

مفتی تقی عثمانی کا ایک منہج یہ ہے کہ متعارض احادیث کو تکرار واقعات پر محمول کر کے تعارض ختم کرتے ہیں۔

1. عثمانی ،محمد تقی ،انعام الباری ،(586/02)

Maarif-e Auliya
Research Journal
Vol-4 Issue-1 (January-March 2026)
ISSN: (2311-6552)
Published:
January 31, 2026

صحیح بخاری کی حدیث ہے:

عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، أَنَّهُ أَخْبَرَهُ:--- أَنَّهُ سَأَلَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، فَقَالَتْ: «مَا كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَزِيدُ فِي رَمَضَانَ وَلاَ فِي غَيْرِهِ--- ثُمَّ يُصَلِّي ثَلاَثًا»[8]

"حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ گیارہ رکعتوں سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے نہ رمضان میں اور نہ غیر رمضان میں۔۔۔ پھر تین رکعتیں پڑھتے تھے۔

اس سے متعارض روایت سنن ترمذی میں ہے:

ابْنَ عُمَرَ فَقَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ مَثْنَى مَثْنَى، وَيُوتِرُ بِرَكْعَةٍ،[9]

"حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ رات کو دو دو رکعتیں پڑھتے تھے اور ایک رکعت کیساتھ وتر کرتے تھے"

مذکورہ حدیثوں میں تعارض کی نوعیت یہ ہے کہ آپ ﷺ وتر تین رکعات کو ایک سلام کیساتھ پڑھتے تھے جبکہ دوسری میں ایک رکعت وتر کا ذکر ہے۔ لہٰذا ان احادیث میں بظاہر تعارض معلوم ہوتا ہے۔ اس حدیث کے تحت مفتی تقی عثمانی نے دونوں روایات تکرار واقات پر محمول کر کے تطبیق دی ہے کہ حضور اقدس ﷺ سے دونوں طریقے مختلف اوقات میں ثابت ہیں۔ تین رکعتیں بسلام واحد اور تین رکعات بسلامین بھی[10] فرمایا کہ احناف کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ اس قسم کی مختلف روایات میں وہ طریقہ اختیار کرتے ہیں جو احوط ہو اور اوفق بالاصول ہو۔ تین رکعتوں کیساتھ پڑھنا اس میں احتیاط بھی زیادہ ہے اور یہ عام اصول کے بھی موافق ہے۔ لہٰذا حنفیہ نے اسی کو اختیار کیا ورنہ دوسرا طریقہ بھی درست ہے اور اس کو غیر ثابت کہنا بھی صحیح نہیں۔[11]

اس تعارض کو ختم کرنے کے لئے مفتی تقی عثمانی نے متعارض احادیث کو تکرارِ واقعات پر محمول تعارض کو ختم کیا ہے

مجمل اور مفسر پر محمول کرنا

تیمم کی ضربات کے بارے میں روایات کا اختلاف ہیں۔

2. بخاری،محمد بن اسماعیل،ابوعبداللہ ،الجامع الصحیح(2/53) ، حدیث نمبر1147۔
3. ترمذی،ابوعیسی محمد بن عیسی ، ،السنن، ،(1/584) ، حدیث نمبر 461۔
4. سرخسی ،محمد بن احمد بن ابی سہل: اصول السرخسی، بیروت ،دارالمعرفه (4/120)
1. عثمانی ،محمد تقی ،انعام الباری ،(590/02)

صحیح بخاری کی حدیث یہ ہے:

قَالَ عَمَّارٌ: «فَضَرَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهِ الأَرْضَ، فَمَسَحَ وَجْهَهُ وَكَفَّيْهِ» [2]

"حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہاتھ کو زمین پر مارا اور اس پر چہرے اور ہتھیلیوں کا مسح کیا۔" اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ تیمم میں ایک ضرب کافی ہے۔

اس سے متعارض روایات سنن دار قطنی کی حدیث ہے:

عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «التَّيَمُّمُ ضَرْبَتَانِ ضَرْبَةً لِلْوَجْهِ , وَضَرْبَةً لِلْيَدَيْنِ إِلَى الْمِرْفَقَيْنِ». [3]

"حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تیمم کی دو ضربیں ہیں: ایک ضرب چہرے کے لئے ہے جبکہ دوسری ضرب ہاتھوں کے لئے ہے کہنیوں تک۔"

پہلی اور دوسری حدیث کا دو مسئلوں میں تعارض ہے۔ ایک یہ مسح کی مقدار صرف ہتھیلی تک ہے یا کہنیوں تک۔ اور دوسرا مسئلہ یہ کہ تیمم کی ضربیں کتنی ہیں؟ پہلی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مسح کی مقدار ہتھیلی تک ہے اور تیمم کے لئے ایک ضرب ہے جبکہ سنن دارِ قطنی کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ تیمم کے لئے دو ضرب ہیں اور مسح کی مقدار کہنیوں تک ہے، لہٰذا دونوں احادیث میں تعارض معلوم ہوتا ہے۔ رفع تعارض میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی رائے یہ ہے کہ عمار بن یاسرؓ کی حدیث اصح ما فی الباب ہے اس لئے اس کو ترجیح ہے۔

رفعِ تعارض میں مفتی تقی عثمانی نے تطبیق اس طرح دی ہے کہ اگر بالفرض یہ تسلیم کر لیا جائے کہ وجہ اور کفین والی روایت راجح ہے اور باقی روایات مرجوح ہیں جب بھی صحیح بات یہ ہے کہ آپ ﷺ نے اس وقت حقیقتاً تیمم نہیں فرمایا تھا بلکہ حضرت عمار بن یاسر فرماتے ہیں کہ مجھے جنابت لاحق ہو گئی تھی تو میں نے اپنے اجتہاد سے مٹی میں لوٹ لگائی، جب حضور اقدس ﷺ کو پتہ لگا تو آپ نے فرمایا "انما یکفیک ھکذا" کہ تمہارے لئے اتنا کافی تھا۔ اس حدیث کا سیاق صاف بتلا رہا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کا اصل مقصد تیمم کے پورے طریقہ کی تعلیم دینا نہیں تھا، بلکہ تیمم کے معروف طریقہ کی طرف اشارہ کرنا مقصود تھا کہ زمین پر لوٹ پوٹ لگانے کی ضرورت نہیں بلکہ جنابت کی حالت میں بھی تیمم کا وہی طریقہ کافی ہے جو حدث اصغر میں ہے۔ [1]

اس حدیث کے تحت مفتی تقی عثمانی نے تطبیق اس طرح دی ہے کہ حدیث عمار رضی اللہ عنہ کو اجمال جبکہ باقی احادیث کو تفصیل پر محمول کیا ہے۔

2. بخاری،محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، (1/75)، حدیث نمبر 343۔
3. دارقطنی، علي بن عمر السنن ، دار المعرفة/دار الحديث، بيروت، (1/332)

1. عثمانی ،محمد تقی ،انعام الباری ،(586/02)

اختیاری اور غیر اختیاری پر محمول کرنا

مفتی تقی عثمانی کا ایک منہج یہ ہے کہ متعارض احادیث میں سے ایک کو اختیاری اور دوسری کو غیر اختیاری حالت پر محمول کرتے ہیں۔

ران کے ستر میں داخل ہونے بارے میں صحیح بخاری کی روایت یہ ہے کہ:

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَزَا خَيْبَرَ، فَصَلَّيْنَا عِنْدَهَا صَلاَةَ الغَدَاةِ بِغَلَسٍ، فَرَكِبَ نَبِيُّ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَكِبَ أَبُو طَلْحَةَ، وَأَنَا رَدِيفُ أَبِي طَلْحَةَ، فَأَجْرَى نَبِيُّ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي زُقَاقِ خَيْبَرَ، وَإِنَّ رُكْبَتِي لَتَمَسُّ فَخِذَ نَبِيِّ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ حَسَرَ الإِزَارَ عَنْ فَخِذِهِ حَتَّى إِنِّي أَنْظُرُ إِلَى بَيَاضِ فَخِذِ نَبِيِّ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

[13]''حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ خیبر کے غزوہ میں نکلے تو ہم نے فجر کو اندھیرے میں پڑھا۔ رسول اللہ ﷺ اور ابو طلحہ سوار ہوئے اور میں ابو طلحہ کے پیچھے بیٹھا تھا۔ نبی کریم ﷺ نے خیبر کی گلیوں میں سواری دوڑائی اور میرا گھٹنا رسول اللہ ﷺ کے گھٹنے کو چھو رہا تھا۔ پھر آپ ﷺ نے اپنے ران سے کپڑا ہٹایا یہاں تک کہ میں آپ ﷺ کی ران کی سفیدی دیکھ رہا تھا''

سنن ترمذی کی ایک روایت ہے جس سے ران کا عورت ہونا معلوم ہوتا ہے۔

ابن جرهد، عن أبيه، أن النبي صلى الله عليه وسلم مر به وهو كاشف عن فخذه، فقال النبي صلى الله عليه وسلم: «غط فخذك فإنها من العورة».[14]

''حضرت جرہد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ان کے پاس سے گزرے اور میری ران کھلی ہوئی تھی تو آپ ﷺ نے فرمایا: اپنی ران کو چھپائے رکھو، اس لئے کہ وہ ستر ہے۔''

تعارض کی نوعیت یہ ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ران عورۃ میں داخل ہے جبکہ دوسری احادیث سے پتا چلتا ہے کہ ران عورۃ میں داخل نہیں ہے۔

یہاں رفعِ تعارض میں مفتی تقی عثمانی کا اسلوب یہ ہے جو حضرات "ران" کے ستر ہونے کے قائل ہیں وہ حضرت انس ﷺ کی حدیث کا یہ جواب دیتے ہیں کہ یہ خیبر کو جاتے ہوئے سفر کا واقعہ ہے، آنحضرت ﷺ اس وقت سوار تھے تو جب سواری پر آدمی سفر کرتا ہے تو ہوا اور جانور کی حرکت وغیرہ سے بسا اوقات کپڑا اپنی جگہ سے ہٹ جاتا ہے، لہذا یہ حسر اختیاری نہیں تھا بلکہ غیر اختیاری تھا اور اس کی دلیل یہ ہے کہ صحیح مسلم کی روایت میں "انحسر" کا لفظ آیا ہے یعنی انحسر

2. بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، (1/75)، حدیث نمبر 381۔
3. ترمذي، محمد بن عيسى، السنن، (5/111)، حديث نمبر 2798۔

الازار عن فخذہ"اور "**انحسر**" کے معنی ہیں بغیر اختیار کے خود بخود کھل گیااور ہٹ گیا۔اگر یہ روایت لی جائے جس میں "حسر "آیاہے تو بعض حضرات کہتے ہیں کہ مجرد میں بھی "حسر" بعض اوقات لازم کے معنی میں آتاہے، تو یہاں "حسر" بمعنی "**انحسر**" ہے، اگراس کو"**انحسر الازار**"پڑھاجائے یعنی ازار نبی کریم ﷺ کے ''ران'' سے کھل گیا۔اس صورت میں معنی یہ ہوں گے کہ غیر اختیاری طور پر آپ کی ران مبارک کھل گئی۔جب غیر اختیاری طور پر کھل گئی تواس پر کسی قسم کے احکام متفرع نہیں کئے جاسکتے۔[15]

اس تطبیق کا خلاصہ یہ ہے کہ حدیث جرہد اختیاری اور حدیث انس غیر اختیاری صورتِ حال پر محمول ہے۔

لفظ کی تشریح کرنا

مفتی تقی عثمانی کا ایک منہج یہ ہے کہ متعارض احادیث کے مفاہیم کی نشاندہی کر کے تعارض کو رفع کرتے ہیں۔جیسا کہ آپ ﷺ نے خانہ کعبہ کے اندر نماز پڑھی اس کی تعداد کے بارے میں مختلف احادیث منقول ہیں۔

صحیح بخاری کی روایت یہ ہے۔

أُتِيَ ابْنُ عُمَرَ فَقِيلَ لَهُ: هَذَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ الكَعْبَةَ، فَقَالَ ابْنُ عُمَرَفَأَقْبَلْتُ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ خَرَجَ وَأَجِدُ بِلاَلًا قَائِمًا بَيْنَ البَابَيْنِ، فَسَأَلْتُ بِلاَلًا، فَقُلْتُ:أَصَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الكَعْبَةِ؟ قَالَ: «نَعَمْ، رَكْعَتَيْنِ، بَيْنَ السَّارِيَتَيْنِ اللَّتَيْنِ عَلَى يَسَارِهِ إِذَا دَخَلْتَ، ثُمَّ خَرَجَ، فَصَلَّى فِي وَجْهِ الكَعْبَةِ رَكْعَتَيْنِ»[16]

''حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے پاس کچھ لوگ آئے اور ان سے کہاکہ رسول اللہ ﷺ کعبہ میں داخل ہوئے ہیں یعنی کسی نے آکر ابن عمر رضی اللہ عنہ کو خبر دی کہ آپ یہاں بیٹھے ہیں اور حضور اکرم ﷺ تو کعبہ میں تشریف لے گئے ہیں۔توابن عمر کہتے ہیں کہ میں کعبہ کی طرف آیا جبکہ آپ ﷺ کعبہ سے نکل چکے تھے تو میں نے حضرت بلال کو دیکھا کہ وہ دونوں دروازوں کے درمیان کھڑے ہیں یعنی دروازے کے دونوں کواڑوں کے درمیان تو میں نے حضرت بلال سے پوچھا کہ نبی کریم نے کعبے میں نماز پڑھی؟ توانہوں نے کہاکہ ہاں دو رکعتیں پڑھی ہیں اور جب آپ کعبہ میں داخل ہوئے تو آپ ﷺ کے بائیں طرف جو دوستون ہیں ان کے درمیان یہ دو رکعت پڑھی ہیں۔ثم خرج فصلی في

1. عثمانی ،محمد تقی ،انعام الباری ،(58/03)
2. بخاری،محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح،(1/88) ، حدیث نمبر 397۔

Maarif-e Auliya
Research Journal
Vol-4 Issue-1 (January-March 2026)
ISSN: (2311-6552)
Published:
January 31, 2026

وجہ الکعبۃ رکعتین یعنی پھر باہر نکلنے کے بعد آپ ﷺ نے کعبہ کے مواجہ میں استقبال قبلہ کے ساتھ دو رکعتیں پڑھیں۔

اس سے متعارض روایت یہ ہے

عَنِ ابْنِ عُمَرَ: «أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدِمَ مَكَّةَ فَدَعَا عُثْمَانَ بْنَ طَلْحَةَ فَفَتَحَ البَابَ فَدَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبِلاَلٌ وَأُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ وَعُثْمَانُ بْنُ طَلْحَةَ، ثُمَّ أَغْلَقَ البَابَ، فَلَبِثَ فِيهِ سَاعَةً، ثُمَّ خَرَجُوا» قَالَ ابْنُ عُمَرَ: فَبَدَرْتُ فَسَأَلْتُ بِلاَلًا فَقَالَ: صَلَّى فِيهِ، فَقُلْتُ: فِي أَيٍّ؟ قَالَ بَيْنَ الأُسْطُوَانَتَيْنِ، قَالَ: ابْنُ عُمَرَ: فَذَهَبَ عَلَيَّ أَنْ أَسْأَلَهُ كَمْ صَلَّى[17]

"عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ آپ ﷺ مکہ تشریف لائے اور عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ کو بلایا اور کعبہ کے دروازے کو کھول دیا تو آپ ﷺ، حضرت بلال اور اسامہ بن زیدؓ اندر داخل ہوئے۔ پھر دروازہ بند کیا اندر کچھ دیر کے لئے ٹھہرے اس کے بعد سب نکل گئے۔ ابن عمر فرماتے ہیں کہ میں جلدی سے حضرت بلالؓ کے پاس جا کر ان سے سوال کیا تو انہوں نے فرمایا کہ آپ ﷺ نے نماز پڑھی تو میں نے پوچھا: کس جگہ پڑھی؟ فرمایا کہ اسطوانتین کے درمیان۔ مجھ سے یہ پوچھنا رہ گیا کہ کتنی رکعتیں پڑھی تھیں۔

پہلی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے کعبہ کے اندر دو رکعتیں پڑھیں۔ یہاں اس روایت میں یہ مذکور ہے کہ حضرت بلال نے آپ ﷺ کی رکعتوں کي تعداد بھی عبداللہ بن عمر اللہ رضی اللہ عنہ کو بتادی کہ دو رکعتیں پڑھی ہیں۔ اور دوسری روایت میں ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ رکعات کی تعداد پوچھنا بھول گئے لہذا ان روایات کے درمیان تعارض معلوم ہوتا ہے۔ یہاں مفتی تقی عثمانی نے ان دو متعارض روایتوں کے بارے میں فرمایا کہ ان روایات میں اگرچہ بظاہر تعارض ہے لیکن دونوں میں تطبیق اس طرح دی گئی ہے کہ جن روایات میں یہ ہے کہ جب حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے حضرت بلال سے یہ پوچھا کہ آپ ﷺ نے کعبہ کے اندر نماز پڑھی ہے؟ تو حضرت بلال نے اشارہ کر کے یعنی سر ہلا کر اور ہاتھ سے اشارہ کر کے جواب دیا کہ ہاں پڑھی ہے، جیسا کہ عمر بن ابی شیبہ کی تاریخ مکہ میں اس کی صراحت مذکور ہے، اگرچہ زبان سے دو رکعت کا لفظ تو نہیں کہا، لیکن اشارہ کر کے بتلادیا کہ دو رکعتیں پڑھی ہیں چنانچہ علامہ عینی نے عمر بن ابی شیبہ کی اخبار المدینہ کے حوالے سے ایک روایت نقل کی ہے جس میں صراحت ہے کہ حضرت بلالؓ نے سبابہ اور وسطیٰ کے اشارے سے دو رکعات بتائی تھیں اور یہاں اس اشارے کو لفظوں میں بیان کر دیا۔ جس حدیث میں یہ آیا ہے کہ میں نے رکعتوں کے بارے میں سوال نہیں کیا تھا، تو اس کا مطلب یہ ہے کہ لفظوں میں سوال وجواب نہیں ہوئے۔ یعنی یہ نہیں ہوا کہ میں نے لفظوں میں پوچھا ہو کہ آپ نے کتنی رکعتیں پڑھی ہیں تو انہوں نے کہا ہو کہ دو

1. بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، (1/101) ، حدیث نمبر 468۔

کعتیں پڑی ہیں۔ایسا نہیں ہوا۔اور دوسری روایت میں جو آیا ہے کہ :نسیت ان اسالہ کم صلّی اس کی توجیہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے یہ کی ہے کہ یہ پوچھنا بھول گیا کہ دو رکعتوں کے علاوہ بھی کچھ پڑھا یا نہیں۔[18]

یہاں مفتی عثمانی نے اس تعارض کو رفع کرنے کے لئے تطبیق کا طریقہ اپنایا ہے اور دونوں احادیث کے معانی متعین کر کے پہلی حدیث میں پوچھنے کا ذکر اشارہ کے ذریعے اور دوسری حدیث میں سوال نہ کرنے سے الفاظ میں سوال نہ کرنا مراد لیا ہے اور عدمِ تعارض کی نشاندہی کی ہے۔

تعددِ واقعات پر محمول کرنا

مفتی تقی عثمانی کا ایک منہج یہ ہے کہ متعارض احادیث کو تعدد واقعات پر محمول کر کے تعارض ختم کرتے ہیں۔

صحیح بخاری کی حدیث ہے:

عَنْ عَطَاءٍ، قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ، قَالَ: لَمَّا دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ البَيْتَ، دَعَا فِي نَوَاحِيهِ كُلِّهَا، وَلَمْ يُصَلِّ حَتَّى خَرَجَ مِنْهُ، فَلَمَّا خَرَجَ رَكَعَ رَكْعَتَيْنِ فِي قُبُلِ الكَعْبَةِ، وَقَالَ: «هَذِهِ القِبْلَةُ»[19]

"عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ بیت اللہ میں داخل ہوئے، تو اس کے تمام گوشوں میں دعاء کی، اور اس میں نماز نہیں پڑھی یہاں تک آپ ﷺ وہاں سے نکلے، جب وہ نکلے تو دو رکعتیں کعبہ کے سامنے پڑھیں اور فرمایا کہ یہ قبلہ ہے۔

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے کعبہ کے اندر نماز نہیں پڑھی۔اس سے متعارض حدیث درج ذیل ہے۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ: «أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدِمَ مَكَّةَ فَدَعَا عُثْمَانَ بْنَ طَلْحَةَ فَفَتَحَ البَابَ فَدَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبِلاَلٌ وَأُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ وَعُثْمَانُ بْنُ طَلْحَةَ، ثُمَّ أَغْلَقَ البَابَ، فَلَبِثَ فِيهِ سَاعَةً، ثُمَّ خَرَجُوا» قَالَ ابْنُ عُمَرَ: فَبَدَرْتُ فَسَأَلْتُ بِلاَلًا فَقَالَ: صَلَّى فِيهِ، فَقُلْتُ: فِي أَيٍّ؟ قَالَ: بَيْنَ الأُسْطُوَانَتَيْنِ[20]

"عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ آپ ﷺ مکہ تشریف لائے اور عثمان کو بلایا اور کعبہ کے دروازے کو کھول دیا تو آپ ﷺ، حضرت بلال اور اسامہ بن زید اندر داخل ہوئے۔پھر دروازہ بند کیا اندر کچھ دیر کے لئے ٹھہرے اس کے بعد سب نکل گئے۔ابن عمر فرماتے ہیں کہ میں جلدی بلالؓ کے پاس پہنچا اور ان سے سوال کیا تو انہوں نے فرمایا کہ آپ ﷺ نے نماز پڑھی۔تو میں نے کہا: کس جگہ میں پڑھی؟ فرمایا کہ اسطوانتین کے درمیان۔"

2. عثمانی ،محمد تقی ،انعام الباری ،(68/03)
1. بخاری،محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح،(1/88) ، حدیث نمبر 398۔
2. بخاری،محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، (1/320) ، حدیث نمبر 468۔

Maarif-e Auliya
Research Journal
Vol-4 Issue-1 (January-March 2026)
ISSN: (2311-6552)
Published:
January 31, 2026

اس میں صراحت کہ رسول اللہ ﷺ نے کعبہ کے اندر نماز پڑھی تھی۔اس لئے بظاہر دونوں روایات میں تعارض معلوم ہوتا ہے۔

اگر تطبیق کا طریقہ اختیار کیا جائے تو بعض حضرات نے یہ فرمایا کہ حضور اقدس ﷺ کا دخول کعبہ دو مرتبہ ہوا ہے، ایک فتح مکہ کے موقع پر اور دوسرا حجۃ الوداع کے موقع پر۔آپ ﷺ جب فتح مکہ کے موقع پر کعبہ میں داخل ہوئے تو نماز پڑھی تھی، اس کا ذکر حضرت بلال نے فرمایا اور حجتہ الوداع کے وقت جب آپ ﷺ کعبہ میں داخل ہوئے تو نماز نہیں پڑھی تھی، اس کا ذکر عبد اللہ ابن عباس نے فرمایا۔اس کے بعد دیگر محدثین جن کا نام ذکر نہیں کیا ہے، ان کا قول نقل کر کے تطبیق کے طریقے پر رفع تعارض کیا ہے۔خانہ کعبہ کے اندر دو مرتبہ آپ ﷺ تشریف لے گئے تھے۔فتح مکہ اور حجۃ الوداع کے موقع پر۔فتح مکہ کے موقع پر آپ نے نماز پڑھی تھی اور حجۃ الوداع کے موقع پر نہیں پڑھی تھی۔[21]

اس تعارض کو رفع کرنے کے لئے مفتی تقی عثمانی نے متعارض روایات کو تعدد واقعات پر محمول کر کے تعارض کو ختم کیا ہے۔

تعدد اوقات پر محمول کرنا

مفتی تقی عثمانی کا ایک منہج یہ ہے کہ متعارض احادیث کو تعدد اوقات پر محمول کر کے تعارض ختم کرتے ہیں۔

صحیح بخاری کی حدیث ہے:

عَنْ سَهْلٍ، قَالَ: بَعَثَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى امْرَأَةٍ: «مُرِي غُلاَمَكِ النَّجَّارَ، يَعْمَلْ لِي أَعْوَادًا، أَجْلِسُ عَلَيْهِنَّ»[22]

”حضرت سہل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک عورت کے پاس پیغام بھیجا کہ اپنے بڑھئی کو حکم کریں کہ میرے لئے لکڑیوں کو بنائے تاکہ میں اس پر بیٹھا کروں“۔

اس سے متعارض روایت یہ ہے

جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ: أَنَّ امْرَأَةً قَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ أَلاَ أَجْعَلُ لَكَ شَيْئًا تَقْعُدُ عَلَيْهِ، فَإِنَّ لِي غُلاَمًا نَجَّارًا؟ قَالَ: «إِنْ شِئْتِ» فَعَمِلَتِ المِنْبَرَ[23]

1. صنعانی ، عبد الرزاق ،المصنف ،بیروت ،المجلس العلمی (1/60)
2. بخاری،محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح،(1/97) ، حدیث نمبر 448۔
3. بخاری،محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، (1/380) ، حدیث نمبر 449۔

Maarif-e Auliya
Research Journal
Vol-4 Issue-1 (January-March 2026)
ISSN: (2311-6552)
Published:
January 31, 2026

"حضرت جابر سے روایت ہے کہ ایک عورت نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! کیا میں آپ کے بیٹھنے کے واسطے کوئی چیز نہ بناؤ اس لئے کہ میرا ایک بڑھئی غلام ہے۔آپ ﷺ نے فرمایا: اگر تو چاہے تو منبر بنوادے۔"

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ خاتون نے خود منبر بنانے کی پیشکش کی جبکہ ماقبل سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے خاتون کو پیغام بھیجا۔اس لئے دونوں احادیث میں بظاہر تعارض معلوم ہوتا ہے۔

یہاں مفتی تقی عثمانی نے دونوں روایتوں میں تطبیق کے طریقے پر رفع تعارض کیا ہے وہ اس طرح کہ

خاتون نے پہلے خود پیش کش کی تھی اور جب ذرا تاخیر ہوئی تو حضور اقدس ﷺ نے خود کہلوایا کہ جا کر اپنے غلام سے بنوادو۔اور طریقہ بھی بتایا کہ اس طرح بناؤ۔

ان دونوں احادیث میں مفتی تقی عثمانی نے رفع تعارض اس طرح کیا ہے کہ دونوں حدیثوں کو تعدد اوقات پر محمول کیا ہے۔

زیرِ نظر آرٹیکل میں متعارض احادیث کے درمیان جمع و تطبیق میں مفتی محمد تقی عثمانی کے منہج اور اسلوب کا جائزہ لیا گیا ہے۔انہوں نے جمع و تطبیق کے مختلف طریقوں کا استعمال کر کے تعارض کو ختم کیا ہے۔ان طریقوں میں الفاظ کی تشریح کرنا، مختلف زمانوں یا مختلف واقعات پر محمول کرنا شامل ہے۔بعض مقامات پر رفع تعارض اس طرح کیا ہے کہ ایک حدیث کو جواز اور دوسری کو استحباب پر محمول کیا ہے۔بعض احادیث کو حالت عذر پر محمول کر کے جبکہ باقی کو معمول بتا کر تعارض کا حل کیا ہے۔اسی طرح انہوں احادیث کے معانی و مفہوم بیان کر کے رفع تعارض کیا ہے۔

نتائجِ تحقیق

1. انعام الباری میں متعارض احادیث میں موجود تعارض کو مختلف طریقوں سے حل کیا گیا ہے۔
2. رفع تعارض کے لئے جمع و تطبیق کا طریقہ بھی استعمال کیا گیا ہے۔
3. لفظ کی تشریح کے ذریعے رفعِ تعارض کیا گیا ہے۔
4. جمع و تطبیق میں تکرارِ واقعات پر محمول کرنے کے اصول کو استعمال کیا گیا ہے۔
5. جواز و استحباب پر محمول کر کے متعارض احادیث کے درمیان تطبیق دی گئی ہے۔
6. تعددِ واقعات پر محمول کرنے کے اصولوں کو اپنایا گیا ہے۔
7. اختیاری اور غیر اختیاری صورتوں پر محمول کر کے تعارض کو ختم کیا گیا ہے۔
8. ایک حدیث کو مجمل جبکہ دوسری کو مفسر پر محمول کر کے بھی تعارض کو رفع کیا گیا ہے۔

9. رفعِ تعارض کے ضمن میں فقہی مسائل کو بیان کیا گیا ہے۔
10. فقہی مسائل کے درجات جیسے وجوب، جواز اور استحباب ذکر کر کے بھی تعارض کو ختم کیا گیا ہے۔